فیض اور امن

ڈاکٹر بسمینہ سراج

ABSTRACT:
Faiz Ahmad Faiz is one of a renown poet of Urdu literature.He wrote little but concentrated. Despite of his less poetryhe earned such a fame which no other poet has got. Faiz Ahmad Faiz is the most famous and the most read poet of this era. He is a great lover of peace. Faiz was honored by Soviet Russia with the prestigious award for peace and his was also translated in Russian language poetry.

ادیب ،شاعر اور دانشور معاشرے کا ایک ایسا سنجیدہ اور مضبوط طبقہ ہے جو اپنی سوچ،دانش اور قلم کی طاقت سے وقت کے بڑے بڑے حاکموں،جاگیرداروں اور وڈیروں کے ظلم و بربریت یہاں تک کہ حالات کی ستم ظریفی،نفرت اور دہشت گردی کے خلاف اپنی آواز ہر سطح پر بلند کرتا رہا ۔ان لوگوں نے علم و ادب اور اپنی محسور کن شاعری کے ذریعے عوام کے لہولہان اور خون آلودزخموں پر مرہم رکھے ان لوگوں نے نامساعد حالات میں بھی شعر و ادب کے ذریعے امن کے قیام کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے دُنیا کی حرص و لالچ کی پروا کیے بغیر صرف اپنی سوچ کے ذریعے دُنیا کو امن کا پیغام دیا ۔

جدید اُردو شاعر ی میں فیض احمد فیض کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے انھوں نے شاعری میں ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی اور شاعر ی کو تاریخی شعور و احساس سے ہم آہنگ کر کے بلندی پر پہنچایا پروفیسر احتشام حسین کے بقول:

فیض احمد فیض کے اظہار میں وہ انفرادیت ہے جس کے اندر سے فیض کا شعور بول رہا ہے ۔ باہر کی دُنیااور دل کی دُنیا میں مکمل ہم آہنگی ہے اور تغزل نے اُس میں ایسی نشتریت پیدا کر دی ہے کہ فصل گل کا ہر تمنائی اُس کی چھبن محسوس کر سکتا ہے ، یہی فیض کا فن ہے اور یہی اُن کا شعور ، یہی ان کے کلام کی انفرادیت اور یہی آفاقیت۔ (۱)

فیض ترقی پسند تحریک کے ایک اہم رکن تھے اُن کا مقصد یہ تھا کہ ادب و شاعری کے ذریعے معاشرتی اقتصادی اور سماجی انصاف اور عدل و مساوات کا پرچار کیا جائے اس مقصد کے لیے وہ انسانی قدروں کی پامالی اور انسانی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے خلاف بھی بولتے رہے اور نوید صبح بھی سُناتے ہیں۔

یہ داغ داغ اُجالا یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں
یہ وہ سحر تو نہیں جس کی آرزو لے کر

چلے تھے یار کہ مل جائے گی کہیں نہ کہیں
فلک کے دشت میں تاروں کی آخری منزل

فیض کے نزدیک ترقی پسندی یہ ہے کہ سماجی ترقی میں مددملے ان کی غزلیں ترقی پسند رحجانات کے ساتھ ساتھ ادب کے فنی معیار پر پوری اُترتی ہیں اُن کے نزدیک زندگی ایک کرب مسلسل ہے۔ افراد نظام سرمایہ داری کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ۔یہ صورت حال نئے نظام اقدار کے بغیر ختم نہیں ہو سکتی اس لیے وہ انقلاب کی تمنا کرتے ہیں اور ایک نئی زندگی کا خواب دیکھتے ہیں ۔

فیض امن کے علمبردار ہیں اور دُنیا میں امن و آشتی چاہتے ہیں ۔ فیض ا من کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یوں تو ذہنی طور سے مجنوں اور جرائم پیشہ لوگوں کے علاوہ سبھی مانتے ہیں کہ امن اور آزادی بہت حسین اور تابناک چیزیں ہیں اور سبھی تصور کر سکتے ہیں کہ امن گندم کے کھیت ہیناور سفیدے کے درخت، دلہن کا آنچل ہے اوربچوں کے ہنستے ہوئے ہاتھ،شاعر کا قلم اور مصور کے موئے قلم اورآزادی ان سب صفات کی ضامن اورغلامی ان سب خوبیوں کی قاتل ہے جو انسان اور حیوان میں تمیز کرتی ہے یعنی شعور اور ذہانت انصاف اور صداقت وقاراور شجاعت نیکی اور رواداری اس لیے بظاہر امن اور آزادی کے حصول اور تکمیل کے متعلق ہوشمند انسانو نمیں اختلاف کی گنجائش نہ ہونا چاہیے۔)۲(

فروری ۱۹۸۱ میں یاسر عرفات نے ایک خط میں فلسطینی امن کے حوالے سے ان کے جذبات کو سراہتے ہوئے لکھا:

فلسطینی عوام نے آپ کی ذات میں ایک ترقی پسند اور امن کے لیے جدوجہد کرنے والا شاعر پایا۔ آپ ایک عوام دوست انسان ہیں جو عوامی بہبود ،ترقی اور آزادی کے لیے کوشاں ہیں ۔دنیا کی امن اور سلامتی کے حامی ہیں فلسطنی عوام آپ کی عوام دوستی اور فلسطین کے مسئلہ پر آپ کی جدوجہد اور کوششوں کے لیے آپ کے جذبہ اور عمل پر فخر کرتے ہیں (۳(

فیض جب انقلاب کی بات کرتے ہیں تواُن کا لہجہ بڑا دھیما ہوتا ہے اور یہی اُن کی امن پسندی کی واضح دلیل ہے ۔ انقلاب فیض کے رگ و ریشے میں بسا ہوا تھا اور یہ انقلاب سیاسی رہنمائوں کی طرح اقتدار پر قبضے کے لیے نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد بنی نوع انسان کی بھلائی اور بہتری تھا ۔اشفاق احمد ملامتی صُوفی کے عنوان سے فیض کے دھیمے لہجے کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ دھیما بھی ہے ،صابرہے بُردبارہے احتجاج نہیں کرتا پتھر بھی کھالیتا ہے(۴(

فیض کی شاعری بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے رومان اور انقلاب کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی ہے ۔رومان اور انقلاب کے باہم ملاپ کے لئے ان کی شاعری کابہ نظرِ عمیق مطالعہ ضروری ہے ۔ انقلاب ایران پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فیض نے کہا:

یہ اپنی قسم کا بڑا انقلاب ہے ۔انقلاب فرا نس کے بعد اس قسم کا انقلاب دُنیا میں نہیں آیا ۔روس ،چین،ویت نام وغیرہ کے انقلابوں مینطرفین کی فوجوں کے درمیان جنگ تھی۔ ایران میں براہ راست عوام کی فوج اور حکومتی اداروں سے لڑائی ہوئی ہے۔ یہاں پر عوام نے فوج کو ہرایا ہے۔ (۵ (

فیض مجبوریوں اور پابندیوں کے حوالے سے استبداد و آمریت کے خلاف اور سوچوں پر پہرے بٹھا دینے کے خلاف بھی بڑی متانت اور ذہانت سے قلمبردار رہے ہیں ۔فیض نے دنیا بھر کے اسیروں اور محکوموں کے لیے نظمیں لکھیں ان کے جیل کے ساتھی میجر اسحاق نے لکھا ہے:

اُن کے درد دل نے دنیا بھر کے اسیرو ں کے رنج و غم کو اپنے اندر سمو لیا تھا ۔کینیا کے لوگوں پر بے پناہ ظلم و ستم اور مصائب فیض صا حب کے لیے سوہان روح بنے ہوئے تھے وہ افریقی عورتوں کے کارہائے نمایاں سے خاص طور پر متاثر تھے کئی دفعہ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ وہ پاکستانی نہیں رہے افریقی بن گئے ہیں ۔ اُن کی نظم ''آجائو افریقہ'' اس کی مظہر ہے ۔یہ افریقی حریت پسندوں کا ترانہ ہے جو مختلف افریقی ملکوں میں ڈھول کی تھال پر ایک مخصوص رقص کے ساتھ گایا جاتا تھا اس میں ولولہ ہے جوش ہے اور توانائی ہے۔(۶)

انھوں نے مصائب بھی سہے اور مشکلات بھی برداشت کیں لیکن انھوں نے جذبات کے مثبت دھاروں کے سامنے کبھی بند نہینباندھے:

متاع لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ ُخو ن دل میں ڈبولی ہیں انگلیاں میں نے
لبوں پہ مہر لگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقہء زنجیر میں زباں میں نے

کتنی سچی بات ہے کہ زبان بندی تو کی جا سکتی ہے لیکن زنجیر کی جھنکار کو کون روک سکتا ہے جب زنجیر کھنکے گی تو دُنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی کو پابہ زنجیر کر دیا گیا ہے ۔یہ اشعار کسی خاص ملک اور کسی خاص زمانے کا احوال نہیں سناتے بلکہ جب جب اور جہاں جہاں زبانوں پر قفل پڑیں گے تو یہ اشعار یاد آئیں گے ۔

''فیض کسی کو دکھی نہیں دیکھ سکتے تھے سنگی ساتھی، دوست، واقف کار ،اڑوسی، پڑوسی کوئی بھی ہو وہ سب کو خوش دیکھنا چاہتے تھے اس سے بھی آگے وہ پوری دنیا کو آزاد اور خوشحال دیکھنے کے متمنی تھے کہیں گولی چلے ،کسی جگہ انسانی خون بہے،کہیں سے قحط ،جنگ اور بربادی کی خبر آئے وہ پریشان ہو جاتے تھے لیکن اس دنیا بالخصوص تیسری دنیا میں بھوک،بیماری اور افلا س سے مفر نہیں اس لیے وہ عمر بھر کرب اور اذیت میں مبتلا رہے ان کا فلسفہ حیات ٹریڈ یونین تحریک سے ان کی وابستگی، امن عالم کے لیے ان کی کوششیں اور تیسری دنیا سے ان کا رابطہ سبھی اس احساس کا نتیجہ تھا'' (۷)

فیض نے سماجی صورت حال کو بیان کرنے کے لئے وہی زبان استعمال کی ہے جو عشقیہ شاعری کے لئے مخصوص ہے ۔سماج سے متعلق مسائل پر بحث کرتے ہوئے اور وطن سے محبت کرتے ہوئے اُن کا لہجہ تبدیل نہیں ہوتا ۔انہوں نے جمالیاتی احساس کو انقلابی فکر پر قربان نہیں کیا ۔شاعر و ادیب تو پیار کا سمندر ہوتا ہے اپنے اشعار و افکار کے ذریعے پیارو امن کا پیغام ساری دُنیا کو پہنچاتا ہے ۔الیگزانڈر سُر کوف فیض کے بارے میں لکھتے ہیں:

اپنے ہم وطنوں کے لیے تمام اقوام کے مابین دوستی کو فروغ دینے کے لیے اور تمام انسانونکے لیے امن کی فضا پیدا کرنے کے لیے اور اب زنگ خوردہ زنجیروں اور ہتھکڑیوں کی گرفت سے آزاد ہو کر وہ زیادہ توانائی اور جذبے کی سچائی کے ساتھ اپنے شعلہ صفت نغمات بکھیر رہا ہے(۸(

فیض اقتصاد ی اورسیاسی جھگڑوں کے میدان میں اشتراکی ہدایتوں کے مطابق کام کرتے ہیں۔اس قسم کی شاعری کی وقتی ترجمانی سے زیادہ اہمیت نہیں ہوتی لیکن فیض نے چونکہ کھل کر اپنی غزلوں میں اشتراکیت کی تبلیغ نہیں کی ہے اس لیے ان کی شاعری وقتی نہیں بلکہ دائمی اثرات لیے ہوئے ہے بقول فیض شعر و سخن اُس وقت تک عالمی اورغیرفانی نہیں ہو سکتا جب تک اُس میں یہ تین عناصر یعنی عظیم ذہنی تجربات ،تصورات اور جذبات شامل نہ ہوں۔ فیض نے قید و بند کی صوبتیں برداشت کیں اس سے اُن کی الفاظ و علائم میں اثر کی قوت آئی ہے ۔ فیض کے خیال میں عظیم شاعری اور سدا بہار نظموں کے بارے میں شعر کے ذریعے جوپیغام دیا جاتا ہے اس کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ خودبخود دلوں میں اُتر جائے اُسے پندو و عظ کی حیثیت نہیں دی جانی چاہیے۔ڈاکٹر وقار احمد رضوی فیض کے شعری مجموعے دست صبا پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

دست صبا میں اس بات کا اظہار ہے کہ نا مساعد حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔زندگی صرف رومان نہیں بلکہ جہدعمل اور پیکار ہے۔دست صبا کی غزلیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان میں حقیقت و واقعیت ہے ۔ ان میں حسن و عشق کے مجرد تصورات نہیں زندگی کی کشمکش کا احساس ہے مصائب سے نمٹنے کا حوصلہ اور اُمنگ ہے (۹(

فیض ساری زندگی ایک اعلی نظام حیات اورایک بے عیب نظا م حکومت کے علمبردار رہے اور اپنی شاعری میں اس کا چرچا بھی کرتے رہے لیکن شعری آداب کبھی ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے ۔انھوں نے استعارہ ،کنایہ اور پیکر تراشی جیسے شعری وسائل کا سہارا لے کر اپنے کلام کی دلکشی میں اضافہ کیا ہے اور اپنے جذبات و افکار کو پورے فنی آداب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ان کی سیاسی شاعری میں رنگ، خوشبو، حسن اور خوبی کے تمام استعارے وطن سے ماخوذہیں وہ استعاروں ،اشا روں اور کنایوں کی زبان میں پاکستان کی اصل سیاسی تاریخ رقم کرتے رہے ۔

ہم کیا کرتے کس رہ چلتے
ہر راہ میں کانٹے بکھرے تھے
اُن رشتوں کے جو چھوٹ گئے
اُن صدیوں کے یارانوں کے
جو اک اک کر کے ٹوٹ گئے
جس راہ چلے جس سمت گئے
یوں پائو ں لہولہان ہوئے
سب دیکھنے والے کہتے تھے
یہ کیسی ریت رچائی ہے
یہ مہندی کیوں لگائی ہے

فیض آزادی ا ظہار کے قائل تھے اور جبر کے موسم میں بھی حق بات کو اعلانیہ کہنے کا حوصلہ رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ جابر و ظالم حکمرانوں کے خلاف اعلان حق سب سے بڑا جہاد سمجھتے ہیں ۔ وہ مظلوم و مجبور طبقے کو ظالم قوتوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے اور کا درس و حوصلہ دیتے ہیں ۔ وہ اپنی نظم ــــــــــ''کتے'' میں مظلوم طبقے کے اندر چھپی طا قت،احتجاج اور انقلاب کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

یہ مظلوم مخلوق گر سر اُٹھائے
تو انسان سب سر کشی بھول جائے
یہ چاہیں تو دُنیا کو اپنا بنا لیں
یہ آقائوں کی ہڈیاں تک چبالیں
کوئی ان کو احساس ذلت دلا دے
کوئی ان کی سوئی ہوئی دُم ہلا دے

فیض کی شاعری میں اداسی ،موت ،انتظار کی کیفیات کا اظہار بھی ملتا ہے ۔پہلے محبوب کا انتظار تھا جو بعد میں وطن کے چہرے پر صبح کے رنگ بکھرنے کے انتظار میں بدل گیا ،جس نے اُن کی شاعری کو درد کے سانچے میں ڈھال دیا ۔ڈاکٹر سنبل نگار فیض کی شاعری کے بارے میں لکھتی ہیں:

انھوں نے عشق کی علامتوں کا سہارا لیا ،مثلاً محبوب کہتے ہیں اور مقصد ہوتا ہے ملک و قوم رقیب کہتے ہیں اور مقصد ہوتا ہے ملک و ملت کادشمن ۔صبا ان کے یہاں امن و خوش حالی کی پیغامبر ہے، بہار آزادی و شادکامی کا استعارہ ہے (۱۰ (

فیض اپنے نظریات و رحجانات کو شاعری کی زبان میں بیان کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں اور سلیقہ بھی ان کو اپنی تاریخ کاپوراشعور ہے وہ انسان کی ایسی منزلوں کو بخوبی جانتے ہیں اسی لیے تو کہتے ہیں

یوں ہی ہمیشہ اُلجھی رہی ہے ظُلم سے خلق
نہ اُن کی رسم نئی ہے نہ اپنی ریت نئی
یوں ہی ہمیشہ کھلائے ہیں ہم نے آگ میں پھول
نہ اُن کی ہار نئی ہے نہ اپنی جیت نئی

فیض کی امن پسندی کی واضح دلیل یہ ہے کہ انھوں نے ساری زندگی اپنے مخالفین کو منہ توڑ جواب دینے کے بجائے صرف ایک لازوال مسکرا ہٹ سے کام لیا اُن کے بارے میں شیر محمد حمید اپنے مضمون فیض سے میری رفاقت میں لکھتے ہیں:

فیض ٹھنڈے مزاج کے بیحد صلح پسند آدمی ہیں ،بات کتنی بھی اشتعال انگیز ہو ،حالات کتنے بھی ناسازگار ہوں وہ نہ برہم ہوتے ہیں اور نہ مایوس سب کچھ تحمل اور خا موشی سے برداشت کر لیتے ہیں ۔نہ کوئی شکوہ نہ کسی کا گلہ نہ چڑچڑاہٹ نہ بدگوئی ۔ میں نے فیض کو نہ کبھی طیش میں دیکھا ہے نہ کبھی کسی کا شکوہ شکایت کرتے سُنا ہے اُن کے دل کی گہرائیوں میں لاکھ ہیجان برپا ہونچہرے پر

برہمی کی یا پریشانی کی کوئی لکیر نظر نہ آئے گی۔فیض کا ظرف اتنا وسیع ہے سمندر کی تہ میں طوفان کی رستاخیز ہے سطح پُرسکون ۔یہ عظمت ہرکسی کو کہاں نصیب (۱۱(

فیض نے امن کی تجسیم لیلائے وطن کی صورت میں کی وہ اپنے وطن کے ذرے ذرے کو امن و آشتی سے متصف پانے کے خواہش مند تھے،تاہم وہ جانتے تھے کہ کچھ خاص طبقات اس میں سدراہ ہیں ۔اسی وجہ سے وہ ان طبقات کے خلاف امن کے متوالوں کو جگانے کی دعوت دیتے ہیں۔

زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں
لیکن اب ظلم کی میعا د کے دن تھوڑے ہیں
اک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں

فیض حقیقی انقلابی ہیں کیونکہ وہ دارو رسن کی منزلو ں سے عملًا گزرے ہیں ۔جیل سے چھوٹنے کے بعد انھوں نے ادب کیے لیے عالمی امن کا انعام حاصل کیا اور اس اعزاز کے لیے ہر پاکستانی کا سر فخر سے بلند ہونا چاہیے تھا مگر ہمارے معاشرے کی یہ بدنصیبی ہے کہ جس معرکے پر پشت در پشت فخر کرنا چاہیے اس کا تذکرہ ندامت اور خوف کے ساتھ ہوتا ہے اور جن معرکوں پر شرمندہ ہونا چاہیے اُن پر فخر کیا جاتا ہے ۔قید و بند میں رہنے کے باوجود فیض کے لہجے میں کرختگی اور خشونت نہیں بلکہ ایک طرح کی اخلاقی بلند آہنگی ہے۔''اپنے دیس کے علاوہ بھی جہاں کوئی عوامی تحریک اٹھی ہے یا آزادی کی کوئی جنگ لڑی گئی ہے فیض کا قلم ہمیشہ ان کی حمایت میں اُٹھا ہے ۔ایران کے طالب علموں کی جدوجہد ہو یا ویت نامی اور فلسطینی عوام کے حقوق آزادی کی جنگ ہو فیض نے ا پنی شاعری کے ذریعہ ان سب کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اس لیے ان کی شاعری آزادی اور امن کی شاعری ہے ''(۱۲ (

بجھا جو روزن زنداں تو دل یہ سمجھا ہے
کہ تیری مانگ ستاروں سے بھر گئی ہوگی
چمک اُٹھے ہیں سلاسل تو ہم نے جانا ہے
کہ اب سحر ترے رُخ پر بکھر گئی ہوگی

فیض اپنے دیس اور اس کے باسیوں کی خستہ حالی،قوم کی عزت و ناموس کی ارزانی ،لوگوں کی ناداری، جہالت، بھوک اور غم دیکھ کر تڑپتے اُن کو اپنی ذات کا دُکھ عالمگیر دُ کھ کے سامنے ہیچ نظرآتا ہے ۔بقول شیر محمد حمید:

فیض وطن دوستی اور انسان دوستی کی جس راہ پر گامزن ہوئے اس میں ہزار آفتوں کا سامنا تھاجسم و جاں کی قربانیاں درکار تھیں۔ الحمدللہ کہ فیض کسی مصیبت کا سامنا کرنے سے نہیں ہچکچایا نگاروطن کی حرمت ،آزادی اور پھر تزئین و تجمیل کے شوق نے جس جس قربانی کا تقاضا کیا پیش کر دی۔یہ راہ طویل بھی ہے اور کٹھن بھی لیکن راہرو عشق کے قدموں میں نہ لغزش آئی اور نہ تھکن محسوس کی۔)۱۳(

فیض اپنے ماحول میں چھائی ہوئی بے حسی سے مایوس تو نہیں تھے تاہم دلبرداشتہ ضرور تھے اور ایک موہوم امید ہی کے سہارے وہ امن کے قیام کے لیے کوشاں رہے:

دل نا امید تو نہیں ناکام ہی تو ہے
لمبی ہے شامِ غم ،مگر شام ہی تو ہے

امن وہ واحد چیز ہے جس کی بنیاد پر بھائی چارے کو فروغ ملتا ہے، نفرت کو مٹایا جا سکتا ہے، جہالت کی کالی گھٹائیں علم کی کرنوں میں بدل سکتی ہیں فنون لطیفہ کو فروغ دے کر نئی جہتوں کو جنم دیا جا سکتا ہے۔قومی اور بین ا لاقوامی سطح پر آزادی امن اور انصاف کے لیے انسان کی جدوجہد سے وابستگی کا یہ تصورکوئی جامد تصور نہیں عملی طور پر اس کی شدت میں تبدیلی ہو سکتی ہے ۔

فیض کی شخصیت اور محبتوں کی اس سے بہتر تعریف شاید ممکن نہ ہو انھوں نے بڑی بھر پور زندگی بسر کی ان کے چاہنے والے لاکھوں کی تعداد میں ہیں جو انھیں زندگی بھر ہاتھوں میں اٹھائے پھرتے رہے ان کی بظاہر درویشانہ اور قلندرانہ زندگی میں شاہوں کی زندگی سے زیادہ شان تھی انھوں نے کسی کے آگے سرخم نہیں کیا سوائے اپنے مقصد اور وطن کے بڑے بڑ ے روسا اور امرا اُن کے سامنے سر جھکاتے رہے۔

حوالہ جات:

ا) احتشام حسین پروفیسر ،''فیض کی انفرادیت'' ،مشمولہ ماہ نو بیاد فیض مئی جون۲۰۰۸ء، ص۲۴

۲ (فیض احمد فیض، دست تہ سنگ، لاہور: مکتبہ کارواں ،۱۹۸۲ء، ص۱۰

۳ (آغا ناصر، ہم جیتے جی مصروف رہے، لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز ، ۲۰۰۹ء، ص۱۰۲

۴(اشفاق احمد، ملامتی صُوفی مشمولہ شام شہریاراں، لاہور: مکتبہ کارواں ۱۹۸۰ء، ص۲۵

۵ (آغا ناصر، ہم جیتے جی مصروف رہے، ص۹۳

۶ (ایضاً ، ص۹۳

۷(حمید اختر، آشنائیاں کیا کیا، لاہور: بک ہوم ، ۲۰۰۸ء، ص۳۴

۸(ایگزانڈر سُر کوف، ''ایک حوصلہ مند دل کی آواز''۔مشمولہ سروادئی سینا، کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۷۳ء، ص۱۶

۹ (وقار احمد رضوی ڈاکٹر، تاریخ جدید اُردو شاعری، اسلام آباد: نیشنل بک فانڈیشن، ۱۹۸۸ء، ص۶۹۷

۱۰(سنبل نگار ڈاکٹر، اُردو شاعری کاتنقیدی مطالعہ، لاہور: دارالنوادر ، ۲۰۰۳ء،ص۹۷

۱۱(شیر محمد حمید،'' فیض سے میری رفاقت''،مشمولہ شام شہریاراں، ص۳۱

۱۲(اشفاق حسین،مطالعہ فیض امریکہ و کینڈا میں، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، ۱۹۹۴ء، ص۳۵

۱۳(شیر محمد حمید۔ ''فیض سے میر ی رفاقت'' ،مشمولہ شام شہریاراں ، ص۳۱

/...../